علم معاشیات کے ارتقاء میں برصغیر کے علماء کا حصہ

(Contribution of Muslim Scholars of the Sub-Continent towards Development of Economics)

محمد ریاض ☆

محمد فیاض ☆☆

Abstract

Islamic economy is not a separate study but rather a part of the general Islamic system of organizing different aspects of life in the society. The importance Islam has shown to economic matters is evident from the commandments addressing numerous economic issues in the Qur'an and sayings of the Prophet (SAW). Similarly books of *fiqh* posses separate chapters on various modes of transactions and businesses. The Muslim scholars throughout the ages have scribed works on the economic system of Islam with particular focus on the fiscal issues of their times. Muslim scholars of the sub-continent have also played their role in this regard and have made their contributions in this field of knowledge. This article briefly presents works of some of those scholars who wrote in the field of Islamic economics, compared it with other systems or explained its fundamentals for general public. These include Shah Waliullah, Sir Sayed Ahmad Khan, Allama Muhammad Iqbal, Dr Anwar Iqbal Quresh, Maulana Muhammad Hifz ur Rahman Sewharwi, Manazir Ahsan Gilani and Sayed Abul A'la Mawdudi. All these scholars have had a substantial contribution to the gradual development of economics in the sub-continent. They made the Muslims of the sub-continent aware of the principles of the economic system. Moreover, they also recorded their significant role to solve the immediate and intractable economic issues under the British rule.

اسلام نے معاشی عنصر کو جتنی اہمیت دی ہے وہ قرآن وسنت کے نصوص، فقہ اسلامی کی تبویب اور اسلام کی علمی تاریخ کے ورثے سے ثابت ہے۔ معاشی معاملات پر تحریروں کی ابتدا نبی اکرم ﷺ کے عہد سے شروع ہوگئی تھی اور اسی شعبے کے حوالے سے اولین تفصیلی تحریر جو نبی اکرم ﷺ کے ارشادات کی صورت میں ملتی ہے وہ کتاب الصدقہ ہے

* لیکچرار، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوجز، اسلام آباد۔

** لیکچرار، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ۔

جس میں آپ ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں زکوٰۃ اوراس کی شرحوں کی تفصیل موجود ہے۔[1] یہ تحریر محصلین زکوٰۃ کی رہنمائی کے لئے تیار کی گئی تھی۔تاکہ سونے،چاندی،نقدی،مال مویشی اورفصلوں کی پیداوار پر زکوٰۃ اورعشر وصول کیاجاسکے۔[2] حقیقت تو یہ ہے کہ عہدرسالتؐ ہی میں معاشی میدان میں ترقی کاآغاز ہوچکاتھا۔رسول اکرم ﷺ نے قرآن مجید کی تعلیمات کی روشنی میں اور اپنے عمل کے ذریعے مستحکم معاشی اصول وضوابط کی وضاحت کی۔[3] نبی کریم ﷺ کے بعدکے ادوارمیں مختلف معاشی معاملات کے سامنے آنے اورمختلف معاشی مسائل کے حل کے لئے بتدریج مختلف انواع واقسام کی کوششیں کی گئیں اوراس حوالے سے مختلف اُصول وضوابط مقرراور مرتب ہوئے۔[4]

معاشی حوالے سے اگر کتب احادیث کاجائزہ لیاجائے تواول درجے کی کتب احادیث مثلاً صحاح ستہ،السنن الکبریٰ(البیہقی)وغیرہ میں اقتصادی حوالے سے ابواب کے تحت درجہ بندی کی گئی ہے جوبیع ومبادلہ، شرکت ومضاربت،مزارعت ومساقات،قرض ،رہن ،ضمانت،کفالت،کرایہ ،تاوان ،وراثت،جزیہ،خراج،زکوٰۃ،عشر اوراجرت وغیرہ پر مشتمل ہیں۔آنے والے ادوارمیں فقہ کی ترتیب وتدوین انہی ابواب کے تحت عمل میں لائی گئی ہے۔

علم معاشیات کے ارتقاء میں برصغیر کے علماء کی خدمات

علم کی اشاعت ،مسلمانوں کی آبادی میں اضافے اورسلطنت میں وسعت کے ساتھ ساتھ مختلف علوم وفنون کی طرح اسلام کی معاشی تعلیمات کادائرہ بھی وسیع سے وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ہم جس خطے میں رہائش پذیرہیں یہ خطہ آج سے ساٹھ سال پہلے برصغیرپاک وہندکاحصہ تھا۔لہذااسلامی معاشیات کے ارتقاء کے سلسلے میں اسکے تاریخی شواہدکوجاننے کے لئے لازمی ہے کہ برصغیرکی تاریخ کا جائزہ لے کرخاص طورپرمعاشی میدان میں مسلم علماء کی خدمات اورکاوشوں کوانفرادی سطح پرسامنے لایاجائے کیونکہ قارئین کی بڑی تعدادعلمائے برصغیرکی معاشی خدمات سے ناآشنا ہے لہذابحیثیت مسلمان اورایک پاکستانی کے تقسیم ہندکے بعدبیسویں صدی سے لے کراکیسویں صدی (یعنی آج تک)ہم برصغیرکے علماء اورمفکرین کی خدمات سے استفادہ اٹھارہے ہیں اورجب بھی کوئی تحقیقی کاوش سامنے آتی ہے تواس تحقیقی کاوش کی تکمیل میں ان کتب کانمایاں حصہ رہاہے۔برصغیرکے علماء نے علم معاشیات اوراسلامی معاشیات دونوں بنیادوں پرکام کیاہے۔برصغیرمیں مسلم علماء کی خدمات کے جائزے سے پہلے یہ جانналازم ہے کہ تقسیم پاک وہندسے برصغیرکس علاقہ کوکہاجاتاتھا۔

ہند کی وجہ تسمیہ

مصر قدیم کے مسلم جغرافیہ دان لفظ "ہند" کو سندھ کے مشرقی علاقوں کے لئے استعمال کرتے تھے۔ عربوں نے سندھ کو "سندھ" ہی کہا لیکن اس کے علاوہ ہندواستھان کے دوسرے علاقوں کو ہند کہا دور آخر میں یہی نام تمام دنیا میں پھیل گیا اور یہی نام انگریزی میں انڈیا کے نام سے مشہور ہوا۔[5]

برصغیر پاک وہند کی حدود

یہ ملک مشرق اور مغرب وجنوب میں سمندر سے مل گیا ہے لیکن سراندیب ،اجین،ملوک،ملاغہ اور بے شمار جزائر اسی میں شامل ہیں۔ سمندر بھی اس کے کناروں کو الگ نہ کر سکا۔ شمال کے جانب ایک بہت بڑا پہاڑ ہے جو ایک طرف تو ہندوستان کے آخر تک اور دوسری طرف توران ،ایران تک پہنچ گیا۔[6]

برصغیر پاک وہند میں مسلم حکومت کا دورانیہ

۷۱۲ء میں محمد بن قاسم نے مغربی پاکستان میں اسلامی حکومت کی بنیاد ڈالی۔ جو تقریباً دوسو پندرہ برس تک اموی اور عباسی خلفاء کے ماتحت قائم رہی۔[7]

محمد بن قاسم کے بعد کے ادوار کو مسلمانوں کا زمانہ حکومت عہد وسطیٰ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ پھر اسے عہد سلاطین وعہد مغلیہ دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے پہلا دور ۱۲۰۶ء سے ۱۵۲۶ تک جس میں قطب الدین ایبک سے لے کر ابراہیم لودھی کی حکومتیں شامل ہیں اور دوسرا دور ظہیر الدین بابر (۱۵۲۶ء سے ۱۸۵۷ئ) سے لے کر رسمی طور پر بہادر شاہ ظفر کے آخری زمانہ تک محیط مانا جاتا ہے۔[8]

برصغیر میں علم معاشیات کے ارتقاء کے حوالے سے درج ذیل علما کی خدمات قابل ذکر ہیں:

شاہ ولی اللہ

شاہ ولی اللہ کا اصل نام احمد،ابوالفیاض کنیت ولی اللہ عرف ہے۔ آپ کی ولادت ۴شوال ۱۱۱۴ھ بمطابق ۱۷۰۳ء کو دہلی میں ہوئی اور وفات ۲۹ محرم ۱۱۷۴ھ کو دہلی میں ہوئی۔[9]

شاہ ولی اللہ جس دور میں پیدا ہوئے وہ سیاسی اعتبار سے طوائف الملوکی،بغاوتوں اور اقتصادی لحاظ سے بدحالی اور مفلسی کا زمانہ تھا۔ شاہ صاحب نے حالات کا جائزہ لے کر اس بگڑے ہو کے نظام کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔[10] معاشیات پر انہوں

نے الگ سے تو قلم نہیں اٹھایا معاشی پہلو ان کی مجموعی فکر کا ایک پہلو تھا جس کو وہ مختلف مقامات پر زیر بحث لاتے ہیں۔شاہ صاحب کے فلسفے کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس میں تصوریت پسندانہ نظریئے کو مسترد کر دیا گیا ہے۔ قوموں کے عروج وزوال کو مذہب اور اخلاق کی پابندی یا ان سے گریز کا نتیجہ سمجھنے کی بجائے اس کے ٹھوس مادی اور معاشرتی اسباب تلاش کئے گئے ہیں۔[11] اسی طرح ماحول کی تشکیل میں معاشیات کو اساسی اہمیت حاصل ہے لہذا سماجی اور تہذیبی ارتقاء کے لئے ایک متوازن اور منصفانہ معاشی نظام ناگزیر ہے۔انسانی فکر کی نشوونما میں معاشیات ،اخلاقیات،نفسیات اور عمرانیات میں ربط تلاش کرنا شاہ صاحب کا قابل قدر کارنامہ ہے۔[12] شاہ صاحب نے معاشی نظام کی اصلاح کے لئے جن اصولوں کی نشاندھی کی ہیں ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

نظریہ ارتفاقات شاہ ولی اللہ کی نظر میں

ارتفاقات ''ارتفاق'' کی جمع ہے یہ مادہ رفق بکسر راء وسکون الفاء سے ماخوذ ہے۔لغت میں اس کے کئی معانی مثلاًنرمی، سہولت ،نرم برتاؤ،مہربانی حسن سلوک کے آتے ہیں۔یہ دراصل معتدل ومتوازن زندگی گزارنے کے اسباب اختیار کرنے سے عبارت ہے ایک انسان دوسرے انسان سے کیسے جائز طور پر باہم تعاون ،اتحادوہم آہنگی کے دائرے میں رہ کر نفع حاصل کر سکتا ہے۔ یہ عمل ارتفاق کہلاتا ہے۔[13] یعنی ارتفاق کا تعلق ان امور سے ہے کہ جن کے ذریعے انسانی معاشرہ خوشگوار اور ترقی یافتہ بن سکتا ہے۔شاہ صاحب نے معاشی نقطۂ نظر کی درج بندی کرتے ہوئے نظریہ ارتفاقات متعارف کروایا جس کی تفصیل حجۃ اللہ البالغۃ میں مذکور ہے۔[14] خدا نے جب انسان کو اس دنیا کی سبھی نعمتوں سے نوازا اور پھر عقل کی دولت سے بھی مالامال کیا ہے تو ظاہر ہے یہ اندازہ لگایا جانا چاہیے کہ انسان نے کس حد تک نعمتوں سے فائدہ اٹھایا ہے۔لیکن انسان خود اس سے فائدہ اٹھانا شروع کر دیتا ہے اور مفاد عامہ کو بھول جاتا ہے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ انسانیت روحانی اور مادی دونوں لحاظ سے ترقی کرتی رہے۔روحانی طور پر جب انسان مختلف منزلیں طے کرتا ہے تو شاہ ولی اللہ اس کو ''اقترابات'' کہتے ہیں اور جب انسان دوسرے انسانوں کے ساتھ مل کر اپنے تمدن کو ترقی کی طرف لے جاتا ہے تو شاہ صاحب کی اصطلاح میں اسے ''ارتفاقات'' کہتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

''وکان من عنایۃ اللہ بہ ان الھمہ کیف یرتفق باداء ھذہ الحاجات الھاماً طبیعاً من مقتضی صورتہ النوعیۃ''[15]

"اللہ تعالیٰ کی انسان پر یہ عنایت ہوئی کہ اس کو صورت نوعی کے تقاضوں کے مطابق طبعی الہام کے ذریعے اپنی گوناگوں ضروریات کو آسانی سے پورا کرنے کے طریقوں سے نفع اندوز ہونا سکھایا۔"

شاہ صاحب اپنے ارتقائی عمل کے تحت ارتفاق ثانی میں علم معاشیات کی تعریف بھی بیان کی ہے آپ لکھتے ہیں:

"وهـــو الحكمة الباحثة عـــن كيفية اقامـــة المعادلات والمعاونات والأكساب على الارتفاق الثانی"[16]

"یہ علم انسان کے معاشی اشیاء کے تبادلے کے نظام (معادلات) کے قیام اور روزی کمانے کے ذریعوں (کسب) سے بحث کرتا ہے۔"

شاہ صاحب کے نظریہ ارتفاقات کا حاصل یہ ہے کہ ارتفاقات انسان کے لئے نفع بخش انتظامات ہیں۔ کیونکہ کائنات میں وہ تمام اشیاء جو انسان کے لئے فائدہ بخش ہیں، وہ خودبخود اس کے تصرف میں نہیں آتیں، بلکہ مثل خام مال حسب ضرورت کے مطابق ڈھالا جاتا ہے۔ لہذا انسان کا کام آلات کی مدد سے تھوڑی قوت ومحنت اور مواد سے زیادہ پیداوار حاصل کرنا ہے۔ شاہ صاحب نے اپنے اس نظریے کے تحت چاروں منازل (ارتفاق اول، ارتفاق ثانی، باب فن آداب المعاش، باب تدبیر المنزل، باب فن المعاملات) میں انسان کی ترقی کو بیان کیا ہے۔

انسانوں میں ملکیت کے تصور کی ابتداء

شاہ ولی اللہ نے انسانوں میں ملکیت کے تصور کی ابتداء کے بارے میں یوں وضاحت کی ہے:

"جوں جوں انسان کی ضرورتیں بڑھتی گئیں اور ان میں میری اور تیری کا خیال پیدا ہوا تو اس قدر اس میں خدا کی نعمتوں کو اپنی ملکیت بنانے کا جنون بڑھتا گیا۔ اس طرح طاقتور کامیاب اور کمزور ظلم کا شکار ہونے لگا"[17]

قدرتی وسائل اور ملکیت

ملکیت کے تصور کے تحت شاہ صاحب نے قدرتی وسائل کو اجتماعی ملکیت میں دیتے ہیں۔ آپ کے نزدیک اس کی وضاحت یوں ہے:

1. **کانیں:** شاہ ولی اللہ کا نظریہ ہے کہ معدنیات جن میں انسان کو مشقت نہ کرنی پڑے کسی ایک شخص کی ملکیت میں نہیں دیئے جاسکتے۔[18]

2. **پانی:** انسان کی اہم ضرورت پانی ہے۔کہنے کے علاوہ انسان اس سے زراعت ،صنعت وحرفت اورگلہ بانی وغیرہ سے فائدہ اٹھاتاہے۔شاہ نے پانی کواجتماعی ملکیت میں دیاہے۔اس بارے میں آپ فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص خداکی اس نعمت پرقبضہ کرے تووہ ظالم ہے اورخداکے مال میں بغیرکسی حق کے اپناتصرف کرتاہےاورلوگوں کونقصان پہنچاتاہے"[19]

3. **جنگلات اورگھاس:** شاہ صاحب کے نزدیک یہ چراگائیں ہیں سب لوگوں کی اجتماعی ملکیت ہوتی ہے۔

زرعی وسائل اورشاہ صاحب کے نزدیک ملکیت کا اصول

جو شخص خداکی زمین کو تصرف میں لارہاہے اوراس زمین کے معاملات کے ذمہ دارہونے کی حیثیت سے اس کا مالک ہے توشاہ صاحب کے نزدیک :

"الملک فی حق آدمی کونہ احق بالانتفاع من غیرہ"[20]

"دوسرے لوگوں کی نسبت وہ اس زمین سے فائدہ اٹھانے کازیادہ حقدارہے"

خوشحال معاشرے کے بنیادی معاشی اصولوں کی نشاندہی

شاہ ولی اللہ اپنے دورمیں بگڑتی ہوئی معیشت کوراہ راست پرلانے کے لئے معاشی اصولوں کی نشاندہی بھی کی ہے۔ آپ کے نزدیک خوشحال معاشرے کے لئے ان اصولوں کااستعمال خوش آئند ثابت ہوگا۔

1. دولت کی پیداوارکے لئے جب افرادمختلف معاشی اداروں (زراعت،تجارت،صنعت)سے وابستہ ہوتے ہیں توان میں نہ کوئی مالک ہوگانہ مزدوراورنہ کسان یہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ معاشی معاہدے میں بندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ایک فریق اگردوسرے فریق کے حقوق کی خلاف ورزی کرے گاتواس معاہدے سے الگ ہوجائے گا۔اس اصول کی روشنی میں معاشی اداروں کواس طرح ترتیب دیاجائے کہ آئندہ ظلم نہ ہو۔

i) اس معاشی معاہدے کے مطابق زرعی بنیادوں پراصول معاونت اپنایاجائے۔مثلاً مزارعت اورمساقات وغیرہ۔[21]

ii) تجارت میں انسان ایک دوسرے سے جو معاہدے کرتا ہے ان کا شاہ صاحب نے تفصیل سے ذکر کیا ہے ۔تجارت میں اس معاونت کے لئے" مضاربت "مفاوضت"، شرکت الوجوہ کے طریقوں کو اپنایا جاسکتا ہے۔[22]

2. معاشرے میں معاونت(امداد باہمی) کے اس اصول کو اس طرح رائج کیا جائے کہ کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے لئے معاشی تنگی کا باعث نہ بننے پائے اور ہر شخص خوشحال زندگی بسر کرے۔[23]

3. ایسے معاشی اداروں کو جڑ سے ختم کرنے کی ضرورت ہے جن میں" دولت کی پیدائش "بغیر محنت کے ہو مثلاً سود کی آمیزش وغیرہ اور جن عوامل کے ذریعے دولت کو چندہاتھوں میں جانے کا موقع ملے۔ شاہ صاحب کی چندہاتھوں سے مراد سرمایہ دار طبقہ اور ساہوکاروں کا طبقہ ہے۔[24]

4. معاشی استحکام اور ملک کی ترقی کے لئے ضروری ہے کہ ہر شخص اپنی روزی خود کمائے کوئی نہ کوئی کام کرے اور دوسروں پر بوجھ نہ بنے۔[25]

الغرض شاہ ولی اللہ برصغیر کے عظیم مفکر ہیں، جنہوں نے انسانی تمدن وتہذیب اوران کے عروج وزوال کے مطالعے کے سلسلے میں معاشی اور اقتصادی عوامل وعناصر کا جائزہ لے کر ان کا حل اسلامی تعلیمات کی رو سے پیش کیا۔

سر سید احمد خان

سر سید احمد خان ۱۸۱۷ء کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ مسلمانوں کے عظیم مصلح ،رہنما، مصنف اور تحریک علی گڑھ کے بانی تھے۔ آپ نے ۱۸۹۸ء میں وفات پائی۔[26]

شاہ ولی اللہ کے بعد برصغیر میں دوسری نمایاں معاشی سرگرمی سود مند تحریک کی شکل میں ابھر کر سامنے آتی ہے۔اس تحریک کا بنیادی مقصد ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کو اقتصادی تباہی کی دلدل سے نکالنا اورانہیں اپنے پیروں پر کھڑا کرنا تھا۔اس تحریک کی سربراہی سر سید احمد خان نے سرانجام دی۔

سید احمد خان نے رسالہ اسباب بغاوت ہند ۱۸۵۷ء کی کشمکش اور معاشی پہلوؤں پر تبصرہ کیا ہے۔ آپ مسلمانوں کی اقتصادی حالت اور معاشرتی وسیاسی پوزیشن کو بہتر کرنا چاہتے تھے۔انہی مقاصد کے لئے آپ نے تعلیمی اور سیاسی تحریک چلائی جو تحریک علی گڑھ کے نام سے مشہور ہوئی اور یہی تحریک برصغیر کے مسلمانوں کے لئے الگ وطن حاصل کرنے میں بھی سرگرم رہی۔[27]

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کو ایک سنبھالا دینا، مسلمانوں کے معاشی مسائل کو منظر عام پر لانا اور انہی مسائل کے حل کے لئے ٹھوس اقدامات کرنا سید احمد خان کا عظیم کارنامہ ہے۔ آپ اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں:

"اہل حرفہ کا روزگار بسبب جاری اور رائج الوقت اشیائے تجارت ولایت کے بالکل جاتا رہا یہاں تک کہ ہندوستان میں کوئی سونے بنانے والے اور دیاسلائی بنانے والے کو بھی نہیں پوچھتا تھا، جولاہوں کا تار بالکل ٹوٹ گیا۔"[28]

یہ تو سید احمد خان کی زبانی صنعتوں کا حال تھا۔ آپ نے مسلمانوں کے اندر بے روزگاری کو ان الفاظ میں واضح کیا:

"زیادہ قلت روزگار کی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا جب باغیوں (انگریزوں) نے لوگوں کو نوکر رکھنا چاہا ہزار ہا آدمی نوکری کو جمع ہونگے۔ جیسے بھوکا آدمی قحط کے دنوں میں اناج پر گرتا ہے۔ اسی طرح یہ لوگ نوکریوں پر جاگرے۔ اسی مفلسی کے سبب بہت سے لوگ صرف ڈیڑھ آنہ یومیہ پر نوکر ہوئے تھے۔[29] غرض کہ سرسید احمد خان کی انہی کاوشوں سے حب الوطنی اور طبعیت کی دردمندی کا احساس ہوتا ہے۔[30]

علامہ محمد اقبال

علامہ اقبال ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں کشمیری شیخ نور محمد کے ہاں پیدا ہوئے۔ یہ خاندان اٹھارویں صدی کے اوائل میں حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ آپ نے ۱۹۳۸ء میں وفات پائی۔[31]

علامہ اقبال کے تمام افکار وتصورات کے لئے تعلیمات اسلامی، سنگ بنیاد فراہم کرتی ہے۔ یہ افکار وتصورات تعلیمی ہوں یا سیاسی، معاشرتی ہوں یا معاشی ان کی فکر کے اسلامی رخ کی شہادت دیتے ہیں وہ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ انسان کی روحانی زندگی، اس کی مادی اور جسمانی ضروریات کی تکمیل کے بغیر ادھوری رہتی ہے اور مادی وجود کے قیام وبقا کے لئے اسباب معیشت کی فراہمی ضروری ہے۔[32] ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے معاشی نظریات وخدمات کی تفصیل درج ذیل ہے:

علامہ اقبال کی شہرہ آفاق کتاب "علم الاقتصاد" پر ایک نظر

اقبال کی اولین تصنیف کا تعلق نہ تو شعر وشاعری سے ہے اور نہ ہی فکر وفلسفہ سے بلکہ یہ معاشیات سے متعلق ہے۔ ان کی یہ کتاب ۱۹۰۴ء میں علم الاقتصاد کے نام سے شائع ہوئی۔ جس سے اقتصادیات سے ان کی گہری دلچسپی کا اندازہ ہوتا ہے۔[33] اقبال اہل ہند اور برادران ملت کی مفلوک الحالی کو دیکھ رہے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ غربت سے

کراہنے والے انسانوں کی دل خراش صدائیں بندہوں اور ان کی معاش کا کسی طورپر بڑاانتظام ہوجائے۔یہی وہ جذبہ تھاجس نے اقبال کو علم الاقتصادلکھنے پر مجبور کیا۔آپ اس کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

"غریبی قوائے انسانی پر بہت برااثرڈالتی ہے ،بلکہ بسااوقات انسانی روح کے مجلی آئینے کواس قدرزنگ آلودکردیتی ہے کہ اخلاقی اورتمدنی لحاظ سے اس کاوجودوعدم برابرہوجاتاہے۔کیاایسانہیں ہوسکتاکہ گلی کوچوں میں چپکے چپکے کراہنے والوں کی دل خراش صدائیں ہمیشہ کے لئے خاموش ہوجائیں اورایک دردمنددل کوہلادینےوالے افلاس کادردناک نظارہ ہمیشہ کے لئے صفحۂ عالم سے حرف غلط کی طرح مٹ جائے "[34]

علامہ اقبال نے اپنی کتاب علم الاقتصادکے مضامین میں پیدائش دولت،تبادلہ دولت اور پیداواردولت پر حصہ وار بحث کی ہے جن کے مطالعے کے بعدیہ اندازہ ہوتاہے کہ اقبال ملک وملت کی اقتصادی بدحالی اورغربت وافلاس سے کس قدر متاثر تھے اوران حالات کوتبدیل کرنے کی کیسی شدید آرزو ان کے دل میں موج زن تھی۔

سرمایہ دارانہ اوراشتراکی نظام کی حقیقت اقبال کی نظرمیں

سرمایہ دارانہ نظام اوراشتراکی نظام کے بارے میں علامہ اقبال کے افکارکی روشنی میں اس کی حقیقت یوں واضح ہوتی ہے۔علامہ اقبال نے سرمایہ داری نظام کوانسان کا قاتل قراردیاہے اس تنقیدکے حوالے سے اشتراکیت سے اقبال کی بیزاری کا اندازہ یوں ہوتاہے کہ اقبال اسلام کاحقیقی شعوررکھتے تھے اوراسے معیارکل جانتے تھے اس لئے انہوں نے اشتراکیت کے ابتدائی چند سالوں ہی میں اس کی ناکامی کی پیش گوئی کردی تھی چنانچہ روس کے حالات جاننے کے بعدآپ نے اس حقیقت کوواضح کیاکہ محنت کش طبقہ (کسان ومزدور)اس نظام میں نظام سرمایہ داری سے بھی زیادہ مجبوروبے بس نظرآتاہے اسی حقیقت کے بعداقبال اشتراکیت کو بھی بحیثیت ایک فلاحی نظام کے ردکردیتے ہیں۔[35]

علامہ اقبال کے نزدیک اسلام کے معاشی اورمعاشرتی اصولوں کواپناکرہی برائیوں کاخاتمہ کیا جاسکتاہے اورانسان کوانسان کی غلامی سے نجات دلائی جاسکتی ہے۔ اس لئے پروفیسربتول گردیزی اپنے مقالہ "اقبال کے معاشی تصورات" میں لکھتی ہیں۔" اقبال کے نزدیک اسلام ایک ایسااشتراکی جمہوری نظام ہے جس کی جمہوریت مغرب کی جمہوریت سے اورجس کی اشتراکیت ،روس کی اشتراکیت سے زیادہ ہمہ گیر،انصاف پسنداورانسانیت کی ہمہ جہت

ارتقاء میں زیادہ مددگار ہے۔۔۔ اشتراکیت اور اسلام میں بعض قدریں مشترک ہیں۔اس لئے اقبال ایک حدتک اشتراکیت کو سراہتے ہیں لیکن جس اشتراکیت کی تعلیم وہ خودروس کو بھی دیناچاہتے ہیں وہ" اسلام "ہے جس کا بنیادی نکتہ" توحید"ہے۔اورجس کی اساس ایک ایسے مابعدالطبیعیاتی نظام پر ہے جس میں انسان لامحدودطورپرترقی کرسکتاہے جوموت کے بعدکی زندگی اورانسانی "انا"کی ابدیت کی ضمانت دیتاہے اورجوانسان کوانسان سے نہیں بلکہ فطرت کی طاقتوں سے مصروف پیکاردیکھناچاہتاہے۔[36]

خلاصہ یہ کہ اقبال کے نزدیک اسلام میں سرمایہ داری اوراشتراکی استحصال کی کوئی گنجائش نہیں ہے اس لئے انہیں یقین ہے کہ مختلف نظاموں کی کشمکش اورآویزش سے بالآخرلوگ اسلامی اصول معاش کی قدر پہچاننے لگیں گے۔انہی حقائق کے پیش نظرڈاکٹریوسف حسین خان لکھتے ہیں:

"اقبال کے تمدنی تصورات چونکہ بنیادی طورپراسلامی تعلیم سے ماخوذہیں اس لئے محل تعجب نہیں کہ وہ سرمایہ داری اور اشتراکیت پرتنقیدکرتے ہوئے معیشت کے اسلامی نظام کوان دونوں پرفضیلت دیتاہے"[37]

علامہ اقبال کی نظم ونثرمیں بھی معاشی نظریات کی عکاسی ملتی ہے۔آپ برصغیرکے وہ پہلے شاعرہیں جنہوں نے اپنے اشعار ونثرکے ذریعے بھی، اس دورکے معاشی حالات بیان کیے ہیں۔معاشی پہلوپران کی نظم ونثرمیں جابجااس کی بابت میں بلیغ اشارے ضرورکیے گئے ہیں۔آپ نے معاشی مسٔلے کے لئے اپنافلسفہ خودی پیش کیا۔اوراسی فلسفہ خودی کے ذریعے آپ نے خودی کی تربیت، خودی کی زندگی اورمرگ خودی کوبیان کیاہے۔[38] مثلاً آپ لکھتے ہیں:

خودی ہوزندہ توہے فقربھی شہنشائی نہیں ہے سنجروطغرل سے کم شکوہ فقیر[39]

محنت کش طبقہ کی بیداری کودیکھ کرانہیں مشرق ومغرب میں بندہ مزدورکے دورخوش نظر لاتا ہے"خضرراہ"علامہ اقبال کی وہ مشہورنظم ہے جن میں انہوں نے انسانی زندگی کے اسی بنیادی مسٔلہ کی طرف توجہ دلائی ہے اور خضرعلیہ السلام کی زبانی محنت کش طبقہ کوان حالات سے آگاہ کیاہے جس کی وجہ سے مزدورکی زندگی غربت وافلاس میں گزررہی ہے۔[40]وہ کہتے ہیں:

بندہ مزدورکو جاکرمیرا پیغام دے خضر کا پیغام کیا ہے یہ پیام کائنات
اے کہ تجھ کوکھا گیاسرمایہ دارحیلہ گر شاخ آہوپررہی صدیوں تک تیری برات

دست و دولت آفریں کو ضرور یوں ملتی رہی | اہل ثروت جیسے دیتے ہیں غریبوں کو زکات[41]
ساحر الموط نے تجھ کو دیا برگ حشیش | اور تو اے بے خبر سمجھا اسے شاخ نبات
اٹھ کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے | مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے[42]

صنعتی انقلاب کے بعد علامہ اقبال کے خیالات میں تبدیلی آتی گئی اور وہ مزدورں کے لئے زیادہ سرگرم نظر آنے لگے آپ نے پیام مشرق [43] اور جاوید نامہ [44] میں بھی ان ہی جذبات کی عکاسی کی ہے۔

مذکورہ بالا بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ علامہ اقبال برصغیر پاک و ہند کی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے اسلامی معاشی نظام، اسلامی سیاسیات اور اسلامی عقائد کی حقیقت پسندانہ تشریح و تفسیر کی ابتداء کی ہے اور اگر علامہ اقبال کے انہی خیالات کی روشنی میں دنیائے عالم کی اقتصادی حالات کا جائزہ لیا جائے تو یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جس بات کی عکاسی آپ نے آج سے سو سال پہلے کی تھی وہ آج عملاً منظر عام پر آرہی ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام اشتراکی نظام معیشت اصل میں معاشی ترقی اور مساوات کے علمبردار نہیں ہیں اور دنیا کے مختلف ممالک کے نو سو شہروں میں ہونے والے احتجاج اور ہنگاموں نے اقبال کے انہی خدشات کو سچ ثابت کر دیا ہے کہ اسلام کا معاشی نظام اصل میں ترقی کا ضامن ہے۔

متذکرہ بالا شخصیات اور سود مند تحریک نے جن پہلوؤں پر اظہار خیال کیا وہ ان کی مجموعی فکر کے طور پر سامنے آئے۔ تاہم باضابطہ طور پر اس خطے میں اس فکر کا آغاز بیسویں صدی کی چوتھی دہائی میں ہوا۔ جب باقاعدہ اس موضوع پر کتب اور تحقیقاتی مقالے لکھنے کا آغاز ہوا۔ یہ دور بیسویں صدی کی چوتھی دہائی سے لے کر ساتویں دہائی تک کے عرصے پر محیط ہے اس عہد کی چند اہم شخصیات جنہوں نے اس موضوع پر قلم اٹھایا اور علم معاشیات کی اہمیت بتاتے ہوئے نہ صرف معاشی مسائل سے بحث کی بلکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ان کا حل بھی پیش کیا۔ ان شخصیات کے کارناموں کی تفصیل کا تذکرہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے:

ڈاکٹر انور اقبال قریشی

ڈاکٹر انور اقبال قریشی ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے آپ ماہر معاشیات کے حوالے سے مشہور ہوئے ۱۹۳۸ء سے ۱۹۴۲ء کے دوران "اسلام اور سود" کے نام سے کتاب تحریر کی۔[45] ان کے فکر کا اہم ترین پہلو جس پر انہوں نے اپنی کتاب میں خاص طور پر زور دیا ہے وہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک بینک صرف سرکاری تحویل میں ہونے چاہیئں۔ سود کے متبادل نظام کے طور پر وہ تجویز کرتے ہیں کہ معیشت میں ایسی کیفیت پیدا ہونی چاہیے جس کے تحت زر کو محض

آلہ کار تصور کیا جاتا ہے۔ باالفاظ دیگر لوگوں کو مجبور کیا جائے کہ وہ رقم واپس نہ کریں بلکہ تمام آمدنی خرچ کر دی جائے۔ اس طرح نہ بچت ہوگی نہ اس بچت شدہ رقم کو قرض کی شکل میں دینے کی نوبت آئے گی۔[46] تاہم یہ عملی طور پر کیسے ممکن ہوگا اس پر انہوں نے بحث آئندہ محققین کے لئے چھوڑ دی ہے۔

ڈاکٹر یوسف الدین

ڈاکٹر یوسف الدین نے بھی اسلام کی معاشی تعلیمات کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے۔ آپ نے قدیم عرب کے معاشی، سیاسی، تمدنی، سماجی اور معاشرتی نظام کا بہت گہرائی میں مطالعہ کیا ہے۔ اور بالخصوص معاشی نظام کی جزئیات تک سے بحث کی ہے اور معاشی نظام کے مختلف پہلوؤں مثلاً پیدائش دولت، تقسیم دولت، مبادلہ دولت، صرف دولت اور مالیات عامہ وغیرہ پر عہد نبوی کے تناظر میں تفصیل سے بحث کی ہے۔[47] ڈاکٹر یوسف الدین نے اسلام کے "معاشی نظریے" دو جلدوں میں تحریر کی اس کے صفحات کی تعداد ۷۵۶ ہے۔ اسلامی معاشیات پر یہ کتاب جدید معاشی اصولوں پر تیار کی گئی ہے۔ فاضل مصنف نے جو اسلامی علوم اور جدید معاشیات کے اچھے عالم معلوم ہوتے ہیں۔ یہ کتاب پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری کے لئے تیار کی گئی تھی۔ جس میں انہیں کامیابی حاصل ہوئی۔[48]

مولانا محمد حفظ الرحمان سیوہاروی

آپ ۱۹۰۱ء میں سوہار ضلع بجنور کے ایک تعلیم یافتہ گھرانے میں پیدا ہوئے اور آپ نے اگست ۱۹۶۲ء میں وفات پائی۔[49] مولانا صاحب کا شمار بھی برصغیر کے نمایاں علماء میں ہوتا ہے جنہوں نے ان اصول ومبادیات کو موضوع بحث بنایا جن کا تعلق انسان کی معاشی زندگی اور اسلام کے معاشی نظام سے ہے۔ آپ نے معاشیات کی بہت ہی منظم تعریف کی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

> "معاشیات علمی اصطلاح میں ایسے وسائل دریافت کرنے کا نام ہے جو دولت وثروت کے پیدا کرنے کے مناسب طریقے اس کے خرچ کرنے کے صحیح استعمال اور اس کے ہلاکت وبربادی کے حقیقی اسباب بتاسکیں۔ اس لئے علم الاقتصاد اس علم کا نام ہے جو معاشی وسائل سے بحث کرتا ہے اور ان کے صحیح اور غلط ہونے پر مطلع کرتا ہے"[50]

مولانا حفظ الرحمان سیوہاروی نے معاشی سطح پر اصول ومبادی کی بنیاد پر عہد رسالتؐ میں معاشی نظام کس طرح مرتب کیا گیا تھا اس کا بھی انہوں نے جائزہ لیا ہے ان کے نزدیک ایک صالح معاشی نظام کے لئے لازم ہے کہ:

1. تمام افراد کی معاشی کفالت کا ضامن ہو۔
2. ہر قسم کے معاشی استحصال اور فساد کا خاتمہ کر سکے۔
3. ارتکاز دولت کی ممانعت ہو اور دولت کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنا سکے۔
4. محنت اور سرمائے میں صحیح توازن قائم رکھے۔
5. یہ نظام عام افراد کو کام کرنے کے لئے جو جذبۂ محرکہ فراہم کرے وہ خیر پر مبنی ہونا چاہیے۔[51]

مولانا صاحب نے اپنے افکار کے ذریعے اسلامی معاشی تعلیمات کو زندہ کیا اور اپنے دور کے معاشی نظام کو اسلام کے قوانین کے مطابق ڈھالنے کی بھرپور کوشش کی۔ ان کے نزدیک اسلام کا معاشی نظام ہی وہ واحد معاشی نظام ہے جو دنیاوی اور اخروی سطح پر انسان کی معاشی ترقی کی راہ ہموار کرتا ہے۔ کیونکہ یہ نظام اخلاقی اور مذہبی محاسن کو اپنی آغوش میں لے کر انسان کی فلاح کا کام کرتا ہے۔[52]

آپ نے اسلام کی نجی ملکیت کے اصول کو احسن تسلیم کیا ہے تاہم ایسی اشیاء کو نجی تحویل میں دینے کے خلاف ہیں جو عوام الناس کے لئے ہوں۔ اس بنیاد پر اجارہ داری کی مخالفت کرتے ہیں اور زمین کی نجی ملکیت کو چند شرائط کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔[53] مولانا صاحب نے اپنے یہ تمام افکار اپنی شہرۂ آفاق کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" میں جمع کیے ہیں۔ اردو زبان میں اسلامی معاشیات پر اب تک جتنی کتابیں لکھی جا چکی ہیں ان میں یہ کتاب سب سے اعلیٰ اور معیاری ہے۔ کتاب کا پہلا ایڈیشن ۱۹۴۶ء میں شائع ہوا تھا اور اب تک متعدد ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اور ضرورت اس امر کی ہے اس کتاب کو معاشیات کے میدان میں بنیادی ذریعہ قرار دیا جائے۔

مناظر احسن گیلانی

مناظر احسن گیلانی ۹ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ بمطابق ۱۸۹۲ء کو اپنے ننھیال "استھانواں" میں پیدا ہوئے۔ آپ کا تاریخی نام مناظر احسن ہے آپ نے جون ۱۹۵۶ء میں وفات پائی اور گیلان میں مدفون ہوئے۔[54]

مولانا مناظر احسن گیلانی بھی برصغیر میں معاشی فکر کا ایک نمایاں نام ہے جو اپنے قدرت فکر سے خاصی جداگانہ راہ اختیار کرنے کی وجہ سے انفرادیت کے حامل ہیں۔ حق محنت اور محنت کا تصور[55] خدا کو الٰہ معاش کی شکل میں پیش کرنے کا تصور [56] معجزات کی عام طبعی قوانین کے تحت تشریح کرنے کی کوشش[57] قرآن مجید سے رزق کی نسبت وکشاد کے قوانین کو واضح کرنے کی ضرورت کی نشاندہی[58] ایسے امور ہیں جو بجا طور پر ان کی فکر کو دیگر مفکرین بلکہ

موجودہ دور کے مفکرین سے بھی جدا کرتے ہیں۔ تاہم بد قسمتی سے انہوں نے ان تمام امور کی محض نشاندہی کی ہے ان پر کوئی سیر حاصل گفتگو نہیں ہے۔

مولانا صاحب کی تصنیف'' اسلامی معاشیات'' کے نام سے ۱۹۴۷ء میں شائع ہوئی یہ کتاب ۵۶۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ اسلام کے معاشی نظام پر ایک عالمانہ کتاب ہے اور اسلام کے مالیاتی نظام کے بارے میں اس سے بہت سی رہنمائی ملی ہے اس کتاب کا اسلوب چونکہ پرانا ہے لہٰذا کتاب کا ماحصل معلوم کرنے کے لئے پوری کتاب کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے جس کے ذریعے اسلامی معاشی نظام کے علاوہ اور بھی لطیف علمی نکتے سامنے آجاتے ہیں۔

اس علمی کاوش کے علاوہ'' اسلام اور نظام جاگیرداری اور زمینداری'' مولانا گیلانی کا مقالہ اور ماہنامہ معارف (اعظم گڑھ) میں شائع ہوا ہے یہ مقالہ دو اقساط پر مشتمل ہے۔[59] مولانا صاحب کی رائے کے مطابق جاگیرادری اور زمینداری کے مروجہ نظام کی اسلام کے اقتصادی فریم ورک میں کوئی گنجائش نہیں۔ مولانا نے اس مقالے کی کتابی شکل میں اشاعت کے لئے ہندوستان کی بجائے پاکستان کو ترجیح دی تھی۔ کیونکہ انہوں نے پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ قرار دیا۔ انہوں نے اپنا یہ مقالہ مولانا ابوالخیر مودودی کو بھجوایا تھا۔ جن کی کوشش سے محکمہ اوقاف پنجاب نے اسے اپنے اشاعتی پروگرام میں شامل کیا۔[60]

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

مولانا مودودی ۲۵ ستمبر ۱۹۰۳ء کو دکن (ہندوستان) میں پیدا ہوئے آپ مفسر قرآن، عالم دین اور جماعت اسلامی کے بانی تھے۔ آپ نے ۱۹۷۹ء میں وفات پائی۔[61]

برصغیر پاک وہند کی سب سے نمائندہ شخصیت مولانا ابوالاعلیٰ مودودی ہیں بلاشبہ انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے برصغیر پاک وہند میں اسلامی معاشیات کو بحیثیت علم کی ایک باضابطہ شاخ کے متعارف کروایا اسلام کی تعلیمات کے معاشی پہلو کو موئثر، جامع اور عام فہم انداز میں متعارف کروایا۔ یہ اعزاز کسی اور مفکر کے حصے میں نہیں آیا۔

مولانا مودودیؒ کے ہاں اسلامی معاشیات کے افکار کی مختلف جہتیں ہیں مثلاً:

1. اسلامی فلسفۂ معیشت کی نوعیت وماہیت یا اس کے فلسفیانہ پہلو پر مباحث۔
2. اسلامی معاشی تعلیمات کی تشریح اور انہیں منضبط شکل دینے کی کوشش۔
3. مروجہ معاشی نظام کی اسلام کے معاشی نظام میں تبدیلی کے فکری مباحث۔[62]

4. اسلام کا دیگر نظام ہائے معیشت سے موازنہ۔[63]
5. اپنے عہد کے معاشی مسائل کا تجزیہ۔[64]

مولانا صاحب نے معاشی فلسفے کے ان پہلوؤں پر زیادہ بحث کی ہے جو الہیات اوراخلاقیات سے متاثر ہوتا ہے۔ اسلام کے معاشی پہلو پر گفتگو کرتے وقت یہ فرض کرلیتے ہیں کہ وہ ایک مثالی اسلامی معاشرہ میں ان تعلیمات کی تقسیم کررہے ہیں جو ابتدائی اسلامی عہد کے طریقے پر قائم ہے۔ لیکن محض تمدنی اور تکنیکی لحاظ سے آگے ہے۔ اسی وجہ سے انہوں نے عصرحاضر کے بہت سارے مسائل کو یہ کہہ کر نظرانداز کردیا ہے کہ ایک آئیڈیل اسلامی معاشرہ میں ان کا وجود ممکن نہیں۔[65] مولانا بنیادی طور پر راسخ العقیدہ قسم کے مفکر ہیں لہذا وہ دیگر معاملات کی طرح معاشی معاملات میں بھی اپنے آپ کو حتی الامکان اسلاف سے ہم آہنگ کرتے ہیں۔

مولانا صاحب کے نزدیک سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے بنیادی اصولوں میں کوئی خرابی نہیں بلکہ موجودہ معاشی بگاڑ کی اصل وجہ یہ ہے کہ انسانی تمدن کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ایک متوازن اور طاقتور نظام اخلاق پر پروان نہیں چڑھ سکا۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ امر بذات خود تمام خرابیوں کا خاتمہ کر دیتا خرابی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اکتساب رزق کی بہتر صلاحیتوں کے حامل لوگوں نے وسائل رزق پر قبضے کے بعد ان ذرائع کو اپنی خواہشات کی تکمیل کا ذریعہ بنالیا اور ان لوگوں کو جو معاشی ترقی کی دوڑ میں پیچھے رہ گئے تھے مکمل طور پر نظرانداز کردیا۔[66]

معاشی طبقاتی تقسیم نے قوم کو دو حصوں میں تقسیم کردیا ہے ایک دولتمند طبقہ اور دوسرا غریب طبقہ۔ یہی صورت حال بین الاقوامی سطح پر بھی ہے۔ اقوام عالم دو حصوں میں منقسم ہیں۔ امیر اقوام اور غریب اقوام۔ ایسی صورت حال میں ایک ایسے نظام کی ضرورت ہے جو ایک طرف تمام انسانوں کو مناسب رزق کی فراہمی کا ذریعہ ہو تو دوسری طرف ان کی صلاحیتوں کی نشوونما کا بھی ضامن ہو۔[67] یہ نظام ظاہر ہے ان کے نزدیک صرف اسلامی معاشی نظام ہوسکتا ہے۔

مودودی صاحب کے نزدیک اسلامی معاشی نظام مندرجہ ذیل خصوصیات کا حامل ہوتا ہے:

1. انسانی آزادی
2. اخلاقی اورمادی ہم آہنگی
3. عدل
4. تقسیم دولت میں مساوات۔[68]

مولانا ایک آزاد معیشت کے حامی ہیں۔جو نجی نظام ملکیت اور منافع کے محرک کے تحت کام کرتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اخلاقی اقدار کی موئثر گرفت میں بھی ہے ان کے نزدیک زمین لامحدود حد تک نجی ملکیت میں ممکن نہیں۔[69] سرمائے اور محنت کی کشمکش کا حل اعلیٰ اخلاقی اصول اور ان پر عمل درآمد ہے۔[70] انہوں نے سود کے حق میں دیئے جانے والے دلائل کی بہت موئثر، ٹھوس اور علمی انداز میں تردید کی ہے تاہم ان کے نزدیک امتناع ربا کی بنیادی وجود اخلاقی ہیں اگرچہ اس حوالے سے انہوں نے کچھ عمومی نوعیت کے معاشی دلائل بھی دیئے ہیں تاہم ان دلائل کے کوئی ٹھوس ثبوت انہوں نے نہیں دیئے۔زکوٰۃ کی شرح اور مدات زکوٰۃ دونوں ان کے نزدیک غیر مقبول ہیں۔[71]

حاصل بحث

معاشیات زندگی کا اہم شعبہ ہے اس فن کی اہمیت کا اندازہ ہنری فورڈ کے ان الفاظ سے ہوتا ہے کہ "جو کچھ معاشی طور پر حق ہے وہی اخلاقی طور پر حق ہے" یہ ایک اہم حقیقت ہے کہ حق وباطل اور خیر وشر کا معاشیات کے ساتھ گہرا تعلق ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام نے بھی زندگی کے اس اہم پہلو پر بھرپور توجہ دی ہے۔وقت گزرنے کے ساتھ آبادی بڑھی۔معاشی مسائل پیچیدہ ہوتے چلے گئے اسی پیچیدگی نے انسان کے اندر جستجو اور تلاش کا جذبہ بیدار کیا۔بیداری کے اسی جذبے سے سرشار ایک گروہ نے نئے نئے قوانین وضع کرنے اور معاشی نظام کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور سترہویں صدی کے بعد معاشیات کے موضوع اور طبقاتی تقسیم پر نہایت سائنسی انداز میں بحث شروع ہوئی اور اٹھارویں صدی کے آخری عشرہ میں اس نے ایک مستقل موضوع کی حیثیت اختیار کرلی۔علم معاشیات کے تدریجی ارتقاء میں برصغیر کے علماء کو بھی نمایاں حیثیت حاصل رہی ہے جنہوں نے مسلمانوں کو اسلامی معاشی نظام کے اصولوں سے روشناس کروایا اور انگریزوں کے اقتدار کے نتیجے میں مسلمانوں کو درپیش مسائل کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔

اس بحث میں تمام مفکرین کی آراء اور معاشی خدمات کا جائزہ لینے کے بعد ثابت ہوا کہ ،شاہ صاحب معاشرتی ارتقاء سے متعلق ممتاز فکر رکھتے ہیں ان کے ہاں ارتفاق کی آخری منزل بین الاقوامیت یا خلافت عامہ ہے۔اس کے علاوہ باقی تمام مفکرین نے بھی اسلام کے معاشی نظام کی خصوصیات کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہے اور ان مفکرین کرام نے اپنے دور کے معاشی مسائل کو حل کرنے کی کوشش بھی کی۔اس خطے میں اسلامی معاشی فکر بیسویں صدی کی

آٹھویں دہائی کے آغاز سے ایک نئے دور میں داخل ہوتی ہے۔اس عہد میں اسلامی معاشی فکر،نہ صرف تیزی سے ارتقاء پذیر ہوئی ہے بلکہ اس میں تنوع ،وسعت،گہرائی اور نفس مضمون غرضیکہ تمام پہلوؤں میں نمایاں اضافہ ہوا۔

حواشی ومراجع

[1]۔ Dr.S.M.Hassan-un-Zaman, Economic Functions of an Islamic State: The Early Experience, p.143

[2]۔ بغدادی، خطیب، جامع بیان العلم، دارالسلام بیروت، ص ۲۵۲

[3]۔ تفصیل کے لئے دیکھئے :نور محمد غفاری، نبی کریم کی معاشی زندگی۔ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری ۱۹۹۹ء، ص ۱۴۵۔ فرید صدیقی، خطیر محمد، نبوی غزوات وسرایا کی اقتصادی اہمیت، نقوش رسولنمبر، جنوری ۱۹۸۵ء، شمارہ نمبر ۱۳، ص ۱۰۰

[4]۔ ابتدائی ارتقائی معاشی کوششوں کے نتیجے میں جن مسلمان خلفاء علماء کی خدمات اہم ہیں۔ ان میں حضرت عمر بن الخطابؓ جنہوں نے باقاعدہ بیت المال کا محکمہ قائم کیا۔ خراج اور عشر کے نظام محاصل کو درست کیا اور آپ نے عشور (کسٹم ڈیوٹی (کی ابتداء کی۔ اسلامی تاریخ میں سب سے پہلے حضرت عمرؓ کے دور میں سکے بنائے گئے (بحوالہ المقریزی، تقی الدین، کتاب النقود الاسلامیہ، المنشورات الشریف الرضی، ص ۱۵۵) حضرت عمرؓ کے بعد حضرت علیؓ کی ہستی نمایاں ہے آپؓ نے اپنے ارشادات کی روشنی میں اسلامی معاشی نظام کی وضاحت کی (تفصیل کیلے ملاحظہ کیجئے :الشریف الرضی، محمد بن الحسن، نہج البلاغۃ، بیروت دارالمعرفۃ، ج ۳، ص ۹۶) خلفائے راشدین کے بعد فقہا اور علماء کی خدمات کے سلسلے میں امام ابو یوسفؒ (کتاب الخراج) یحیٰ بن آدم القرشی (کتاب الخراج) ابو عبید القاسم بن سلام (کتاب الاموال) قدامہ بن جعفر الکاتب، کتاب الخراج والصناعۃ الکتابۃ) امام ابن حزم (کتاب المحلی) امام غزالی (احیائے العلوم دین) اور ابن خلدون (المقدمہ) ان کے علماء کے معاشی افکار سے آگاہی کے لئے ان کی شہرۂ آفاق تصانیف کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

[5]۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ، پنجاب لاہور ۱۹۸۹ء ج ۲۳، ص ۱۷۳

[6]۔ ابوالفضل علامہ، آئین اکبری، مترجم :محمد فدا، سنگ میل پبلیکشنز ۲۰۰۰ء، ص ۱۴۶۔ مزید معلومات کے لئے ملاحظہ کیجئے :گستاولی بان تمدن ہند، مقبول اکیڈمی لاہور، ص ۷۹

[7]۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۲۳، ص ۱۷۷

[8]۔ ہندوستان کی تاریخ کے لئے مزید ملاحظہ کیجئے: ہاشمی، سعید مولوی، تاریخ ہند، جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن، ۱۹۶۴ء۔ سید سلیمان ندوی، عرب وہند کے تعلقات، کریم سنز کمپنی، ۱۹۷۶ء۔ کارل مارکس، ہندوستان کا تاریخی خاکہ، تخلیقات لاہور، ۲۰۰۲ء۔ مزید دیکھئے : شیخ محمد اکرم، موج کوثر، آب کوثر، رود کوثر، سروسز بک کلب، ۲۰۰۳ء۔ حسنی اے ایچ، تاریخ سلطنت مغلیہ، تاجران کتبانارکلی لاہور۔ اکبر شاہ نجیب آبادی، آئینہ حقیقت نما، نفیس اکیڈمی کراچی، ۱۹۵۸ء۔ فرشتہ محمد قاسم، تاریخ فرشتہ، مترجم: عبدالحی، لاہور کتاب گھر، ۱۹۹۱ء۔ ضیاء الدین برنی، تاریخ فیروز شاہی، مترجم: ڈاکٹر حسین الحق، اردو سائنس بورڈ پنجاب یوسف جمیل، مسلمانوں کی تاریخ، ایک جائزہ، کتاب گھر اسلام آباد، ۲۰۰۵ء، ص ۱۳۰

[9]۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، ج ۲، ص ۱۳۲

[10]۔ نظامی حنیف احمد، شاہ ولی اللہ کے سیاسی مکتوبات، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۷۸ء ص ۱۶۳

[11]۔ قاضی جاوید، ہندی مسلم تہذیب، تخلیقات لاہور، س ن، ص۲۵۷

[12]۔ ایضاً

[13]۔ ابن منظور الافریقی، لسان العرب، ناشر دارالمعارف قاہرہ، ۱۱۱۹ھ، ج۳، ص۱۶۹۶

[14]۔ دہلوی شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، المبحث الارتفاقات، ج۱، ص۳۸۔ مزید معلومات کے لئے ملاحظہ کیجئے: عبدالواحد صدیقی، شاہ ولی اللہ کی عمرانی اصطلاحات، الرحیم، جون ۱۹۶۴ء، شمارہ۸

[15]۔ ایضاً، ج۱، ص۲۸

[16]۔ ایضاً: ج۱، ص۸۸

[17]۔ قریشی، طفیل احمد، اقتصادی مسائل اوران کا حل (شاہ ولی اللہ کی نظر میں) یورپ اکادمی، ۲۰۰۵ء، ص۴۲۰

[18]۔ دہلوی، شاہ ولی اللہ، حجۃ اللہ البالغہ، ج۲، ص۳۱۲

[19]۔ ایضاً: ج۲، ص۳۳

[20]۔ ایضاً: ج۲، ص۳۱۲

[21]۔ ایضاً: ج۲، ص۳۱۵تا۳۱۸

[22]۔ ایضاً: ج۲، ص۳۴۳

[23]۔ ایضاً

[24]۔ ایضاً: ج۲، ص۳۱۷

[25]۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: شاہ ولی اللہ کی التفہیمات الالٰھیہ، بجنور ۱۳۵۵ھ، ج۲، ص۲۱۸۔ قریش محمد، شاہ ولی اللہ کا نظریہ معیشت اور عصر حاضر میں اس کی افادیت، طیب پبلیشر، ۲۰۰۲ء، ص۲۵۱ تا۱۸۹

[26]۔ شاہکار اسلامی انسائکلوپیڈیا، ص۱۵۱

[27]۔ طارق حسین صادق، سرسید احمد خان اوران کے افکار ایک غیر جانبدار تجزیہ، ماہنامہ فکر و نظر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد شمارہ ۴،۳، اکتوبر ۱۹۷۹ء، ص۳۷تا۵۲

[28]۔ احمد خان، سرسید رسالہ اسباب بغاوت ہند، کراچی اردو اکیڈمی، ۱۹۸۶ء، ص۸۹

[29]۔ ایضاً: ص۱۵۳۔۱۵۵

[30]۔ سرسید احمد خان کے کارناموں کی تفصیل کے لئے دیکھئے: حالی، الطاف حسین، حیات جاوید آئینہ ادب لاہور، ۱۹۴۴ء۔ مزید مقالات سرسید، مرتبہ مولانا اسمٰعیل پانی پتی، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۸۸ء، ج۱۴، ص۳۲۱

[31]۔ شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص۲۲۸

[32]۔ منہاج الدین، ایس ایم ڈاکٹر، افکار و تصورات اقبال، کاروان ادب ملتان صدر، ۱۹۹۳ء، ص۳۶۹، علامہ اقبال کے افکار کے لئے مزید ملاحظہ کیجیے: مقالات اقبال، اردو قبال اکیڈمی لاہور، س ن، ص۱۶۹

[33]۔ ایضاً، ص۳۶۹

[34]۔ محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، دیباچہ علم الاقتصاد، آئینہ ادب لاہور، ۱۹۹۹ء، ص ۲۴، ۲۳

[35]۔ ایس، اے، رحمان، اقبال اور سوشلزم، اقبال اکیڈمی لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۴۴۔ مزید دیکھئے: چراغ راہ (حصہ اول) سوشلزم نمبر (اشاعت خاص) ۱۹۶۷ء، کراچی، ص ۲۳، فرید، شاہد محمد ایوب، اقبال اور محنت کش، ماہنامہ فکر و نظر، تحقیقات اسلامی، شمارہ، ۱۱ مئی ۱۹۷۹ء ص ۱۰۱/ ۱۶

[36]۔ بتول گردیزی، اقبال کے معاشی تصورات، مسلک میگزین سالانہ، گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن ملتان (۱۹۸۵ء، ۱۹۸۶ (ص ۸۱)

[37]۔ حسین خان، یوسف ڈاکٹر، روح اقبال، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور ۱۹۹۶ء، ص ۲۸۶۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے: لودی، ذکا اللہ، فکری ارتقاء اور اسلام، احسان پبلیکشنز کراچی، ۱۹۹۰ء، ص ۲۴۳

[38]۔ اقبال علامہ محمد، ضرب کلیم، سعد پبلیکشنز ۲۰۰۰ء، ص ۶۷ تا ۹۶

[39]۔ ایضاً: ص ۶۸

[40]۔ افکار و تصورات اقبال، ص ۳۷۶

[41]۔ زکات: زکوۃ کے معنی میں استعمال ہوتا ہے

[42]۔ اقبال علامہ محمد، بانگ درا، فیضان اکیڈمی لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۱۹۱

[43]۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے: علامہ اقبال، پیام مشرق، اقبال اکادمی لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۴۱۵

[44]۔ اقبال، علامہ محمد، جاوید نامہ، (اشتراکیت و ملوکیت) غلام علی پرنٹر لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۲۹

[45]۔ اردو جامع انسائیکلوپیڈیا، طبع غلام علی پرنٹرز، ۱۹۸۷ء، ج ۱۱، ص ۱۵

[46]۔ قریشی، انور اقبال ڈاکٹر، اسلام اور سود، اسلامک بک سروس لاہور، س ن، ص ۲۲۰

[47]۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے: اسلام کے معاشی نظریے، یوسف الدین ڈاکٹر، مطبع ابراہیمہ حیدر آباد دکن، ۱۹۵۰ء، ج ۲، ص ۳۱۹

[48]۔ شہاب رفیع اللہ پروفیسر، اسلامی ریاست کا مالیاتی نظام، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، ۱۹۷۳ء، ص ۱۵۳

[49]۔ شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص ۸۶۵

[50]۔ سیوہاروی، حفظ الرحمان مولانا، اسلام کا اقتصادی نظام، ادارہ اسلامیات لاہور، ۱۹۷۴ء، ص ۱۷

[51]۔ ایضاً: ص ۳۰

[52]۔ ایضاً: ص ۳۷

[53]۔ ایضاً: ص ۳۳۳

[54]۔ گیلانی، مناظر احسن، تدوین حدیث، مکتبہ العلم لاہور، س ن، ص ۲۱

[55]۔ گیلانی مناظر احسن، اسلامی معاشیات، کراچی مولوی مسافر خانہ، ۱۹۴۷ء، ص ۱۷

[56]۔ ایضاً: ص ۶۱

[57]۔ ایضاً: ص ۳۰۔ ۳۲

[58]۔ ایضاً: ص ۵۹

[59]۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے : گیلانی مناظر احسن، کیا نظام جاگیر داری اور زمینداری کی اسلام میں گنجائش ہے۔ماہنامہ معارف اعظم گڑھ جنوری،۱۹۵۳ء شمارہ نمبر ا، ص۱۸/ ۱۷ کتابی شکل میں، گیلانی مناظر احسن، کیا اسلام میں جاگیر داری وزمینداری کی گنجائش ہے۔ محکمہ اوقاف پنجاب لاہور،۱۹۷۵ء۔

[60]۔ گیلانی، مناظر احسن، تدوین حدیث، مکتبہ العلم، س ن، تعارف، ص۳۱

[61]۔ شاہکار اسلامی انسائیکلوپیڈیا، ص۱۰۲

[62]۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: مودودی، اسلام اور جدید معاشی نظریات، اسلامک پبلیکشنز ۱۹۹۳ء، ص۱۳۲

[63]۔ ایضاً

[64]۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، انسان کا معاشی مسئلہ اور اس کا اسلامی حل، اسلامک پبلیکشنز،۱۹۹۹ء

[65]۔ اکرم خان محمد، مولانا مودودی کے معاشی تصورات، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور،۱۹۹۰ء مقدمہ

[66]۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، سود، دہلی مکتبہ اسلامی،۱۹۶۸ء، ص۲۵

[67]۔ مودودی، ابوالاعلیٰ، معاشیات اسلام، ادارہ معارف اسلامی لاہور،۱۹۷۵ء، ص۴۹

[68]۔ ایضاً، ص۱۴۸

[69]۔ مودودی، اسلام اور جدید معاشی نظریات، ص۱۵۱، مزید دیکھئے: مودودی مسئلہ ملکیت زمین، اسلامی پبلیکشنز،۱۹۶۹ء، ص۲۸۔۳۱

[70]۔ مودودی، مولانا، معاشیات اسلام، ص۳۹۷

[71]۔ ایضاً: ص۱۵۶۔